ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

سرفراز حسین ❁
ڈاکٹر شذرہ حسین ❁❁

”سب رنگ ڈائجسٹ“ کا اردو ادب میں مقام

The place of *Sabrang Digest* in Urdu Literature

By *Sarfaraz Hussain, Research Scholar, Department of Urdu, Sindh University, Jamshoro.*

Dr. Shazra Hussain, Assoc. Prof., Department of Urdu, Sindh University, Jamshoro.

Abstracts

This text sheds light on the inception and significance of *Sabrang Digest* in Urdu literature, introduced by Shakeel Adilzadah (Born 1938) in January 1970. The digest emerged as a distinguished literary magazine, contributing significantly to the promotion and accessibility of literature in Pakistan. Recognized as a key player in the realm of Urdu literature, *Sabrang Digest* transcended the confines of traditional literary genres, encompassing fiction, novels, and humorous stories.

The narrative explores the publication's origins, evolution, and impact on the Urdū literary landscape. Shakīl Adilzadah's editorial endeavors, especially his contributions in *Zati Safhah* laid the groundwork for the digest's unique character.

❁ ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو
❁❁ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

Notably, *Sabrang Digest* distinguished itself by presenting stories that captivated readers from diverse backgrounds. Its success is evidenced by the remarkable sales records, reaching over 100,000 copies in a short period. The digest's ability to engage readers across age groups and socio-economic strata was enhanced by its diverse content, including serialized stories like *Bazigar*, *Janglus* and *Nakhuda*, which blended elements of fantasy with real-world experiences.

The text also emphasizes the literary finesse displayed in the editorial section and personal writings known as *Zāti Safhah*. Shakil Adilzadah's editorial philosophy encouraged a critical approach, creating a unique blend of humor, cartoons, and profound literary insights. This approach contributed to the distinct identity of *Sabrang Digest* as a comprehensive literary and cultural repository.

In conclusion, the abstract highlights how *Sabrang Digest* transcended conventional literary boundaries, leaving an indelible mark on Urdu literature. Its innovative content, coupled with editorial acumen, played a pivotal role in shaping the literary landscape in Pakistan and beyond. As Shakil Adilzadah envisions, the digest's continued success hinges on presenting quality content in a progressive and gradual manner, ensuring its enduring appeal to an Urdu literary audience.

Keywords: Digest, Urdu literature, Shakil Adilzadah, Editorial, Serialized stories.

ڈائجسٹ (Digest) کے لفظی معنی ہضم کرنے کے ہیں۔ وسیع تناظر میں یہ تلخیص کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ ڈائجسٹ قانونی امور کے معاملات کی وضاحت اور تشریحات کے مجموعے یا منتخب مضامین پر مشتمل چھوٹے سائز کے رسالے کو بھی کہا جاتا رہا ہے۔ صحافتی اصطلاح میں ''ڈائجسٹ'' ایسے رسالے کو کہتے ہیں، جس میں ملکی و غیر ملکی تحریروں خصوصاً نثری ادب کی اہم صنف کہانی یا افسانے کو مدون و مرتب کیا گیا ہو۔

ڈائجسٹ کا آغاز سب سے پہلے بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں یورپ سے ہوا۔ ۱۹۱۹ء میں ”دی انگلش اینڈ امپائر ڈائجسٹ“(The English and Empire Digest) قانونی مقدمات کو عوامی سطح تک پہچانے کے لیے نکالا گیا۔ ادب سے براہِ راست منسلک ”ریڈرز ڈائجسٹ“(Reader's Digest) وہ پہلا ڈائجسٹ ہے، جو کہ امریکا کے شہر نیویارک سے سابقہ امریکی سارجنٹ ڈی وٹ ویلس (Dewitt Wallace: 1889-1981) اور اس کی اہلیہ لیلا بیل ویلس (Lila Bell Wallace: 1889-1984) نے فروری ۱۹۲۲ء میں پہلی بار شائع کیا۔ اس پہلے ڈائجسٹ کا انداز بھی وہی تھا، جو آج تک ہمارے ہاں قایم ہے، یعنی مختلف موضوعات پر عوام کی پسندیدہ چھپی ہوئی تحریروں کو یکجا کر کے شائع کرنا۔

پاکستان کے قیام کے بعد پہلا ڈائجسٹ ”پاکستان ڈائجسٹ“ تھا۔ جس کے بانی مولانا حسرت موہانی(سید فضل الحسن: ۱۸۷۵-۱۹۵۱ء) کے بھائی متین الحسن موہانی (۱۹۲۴-۱۹۹۷ء) تھے۔ مالی مشکلات اور وسائل کی کم یابی کے سبب یہ ڈائجسٹ تین شماروں تک ہی جاری رہ پایا اور ۱۹۵۴ء کے اوئل میں بند ہو گیا۔ اس کے چند برس بعد نومبر ۱۹۶۰ء میں لاہور سے ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی (۱۹۳۰-۲۰۲۰ء)، الطاف حسن قریشی (پ: ۱۹۳۲ء) اور ملک ظفر اللہ خان نے ”اردو ڈائجسٹ“ کے نام سے ایک رسالہ نکالا۔ ”اپریل ۱۹۶۱ء تک اس کی ظاہری صورت ناقص رہی۔ مئی ۱۹۶۱ء سے اس کی طباعت کا انتظام سفید کاغذ پر کیا گیا، اس کے بعد سے اب تک اُس کے نکھار میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ جون ۱۹۶۳ء میں فوٹو آفسٹ شائع ہوا۔ کچھ عرصے بعد آرٹ پیپر پر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔[۱] ابتدائی تین برس قاری کی عدم توجہی کے بعد بالآخر جماعتِ اسلامی کے سہارے اس ڈائجسٹ نے ۱۹۶۳ء کے وسط سے اپنی جگہ بناتے ہوئے پاکستان کے پہلے باقاعدہ اور واحد ڈائجسٹ کی شکل اختیار کر لی۔ ۱۹۶۳ء میں عنایت اللہ (۱۹۲۰-۱۹۹۹ء) جیسے لوگ میدان میں آئے اور ”سیارہ ڈائجسٹ“ کے نام سے ڈائجسٹوں کی دنیا میں قدم رکھا۔ اس سے پہلے رئیس امروہی (سید محمد مہدی عرف اچھّن: ۱۹۱۲-۱۹۸۸ء)، سید محمد تقی عرف چھبّن (۱۹۱۷-۱۹۹۹ء)، جون ایلیا (سید حسین سبطِ اصغر: ۱۹۳۱-۲۰۰۲ء) اور ان کے ساتھی ”انشا“ جاری کر چکے تھے۔ ادارتی اور انتظامی کاموں میں شکیل عادل زادہ (محمد شکیل، پ: ۱۹۳۸ء) بھی شریک رہے، بعد میں اسی ٹیم نے ”عالمی ڈائجسٹ“ نکالا، جو اپنی ادبی حیثیت، خاص طور پر افسانوی ادب اور غیر ملکی کہانیوں کے تراجم کے سبب پڑھنے والوں میں بہت مقبول ہوا۔ شکیل عادل زادہ نے عالمی ڈائجسٹ سے علاحدگی کے بعد جنوری ۱۹۷۰ء میں ”سب رنگ ڈائجسٹ“ کا اجرا کیا۔[۲]

"سب رنگ ڈائجسٹ"، نا صرف ڈائجسٹوں کی دنیا میں بلکہ اردو ادبی رسالوں میں ایک معروف ادبی مجلے یا رسالے کے طور پر اپنا منفرد مقام رکھتا تھا۔ جسے اردو ادب بالخصوص پاکستانی ادبی تاریخ میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ "سب رنگ ڈائجسٹ" نے پاکستان میں ادب کے فروغ اور عام قاری میں ادبی ذوق پیدا کرنے کا کام کیا۔ اس رسالے کا شمار، اردو ادب کے اہم مجلے کے طور پر کیا جاتا ہے۔ جس نے ادب، افسانے، تخیلاتی جاسوسی ناول اور مزاحیہ کہانیوں کو ادب کی سنجیدہ اور سپاٹ دنیا سے نکال کر عام قاری کی دل چسپی کا محور بنایا۔ اس مضمون سے "سب رنگ ڈائجسٹ" کے آغاز، ارتقا، عروج اور طبعی حیات و ممات کی ایک تصویر سامنے آجائے گی۔

"سب رنگ ڈائجسٹ" کا اجرا جنوری ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا۔ اُس وقت تین ڈائجسٹ نمایاں تھے، "سیارہ ڈائجسٹ"، "اردو ڈائجسٹ" اور "عالمی ڈائجسٹ۔" "سب رنگ ڈائجسٹ" کی پہلی اشاعت کی تعداد پانچ ہزار تھی، جس میں سے ڈیڑھ ہزار کاپیاں واپس آگئی تھیں۔ دوسرے شمارے کی بھی یہی کیفیت تھی۔ البتہ تیسرا شمارہ پانچ ہزار کا پانچ ہزار بک گیا تھا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء تک "سب رنگ ڈائجسٹ" کی فروخت بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اگلے برس بیالیس ہزار، پانچویں برس کے اختتام تک ایک لاکھ۔ یہاں تک کہ ایک وقت میں "سب رنگ" کی اشاعت ڈیڑھ لاکھ سے اوپر ہو گئی تھی۔ یہ پاکستان میں کسی بھی نوعیت کے رسالے کی اشاعت کا ایسا ریکارڈ ہے، جو اب تک کوئی نہیں توڑ سکا۔ اتنی بڑی تعداد میں اس رسالے کا چھپنا اور شوق سے پڑھا جانا بہ جائے خود ایک طلسمِ ہوش رُبا ہے۔ ایک اور بات ذہن نشین رہے کہ جب ڈیڑھ پونے دو لاکھ چھپ رہا ہے، تو کیا پڑھنے والے بھی اسی تعداد میں ہوں گے...؟ نہیں بلکہ پڑھنے والے دو سے ڈھائی لاکھ سمجھے جائیں کہ سب خرید کر نہیں پڑھتے تھے، کچھ اُدھار لے کر تو کچھ گلی محلّے میں قائم چھوٹی چھوٹی لائبریریوں سے کرائے پر لے کر پڑھتے تھے۔ اِن پڑھنے والوں میں ہر عمر، ہر طبقے اور ہر طرح کی ذہنی اُپچ رکھنے والے شامل تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس رسالے میں دنیا بھر سے اچھی اچھی کہانیاں انتخاب کر کے، اُن کے تراجم کروائے جاتے جو کہانی کی اصل روح کو مجروح کیے بغیر اردو زبان کے بھرپور لوچ کے ساتھ شائع ہوتے تھے۔ پڑھنے والے کو ماحول تو اجنبی ملتا تھا، مگر زبان کی سلاست کے سبب کیفیت اپنے اردگرد کی معلوم ہوتی تھی۔ غیر ملکی ادب کے ترجموں کے علاوہ ہندوستان، پاکستان اور قرب و جوار کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے اور اپنے اپنے حلقوں میں بہت زیادہ پڑھے جانے والے ادیبوں کی طبع زاد کہانیاں یا افسانے سب رنگ میں اپنا رنگ جماتے تھے۔ "سب رنگ" کو کثیر تعداد میں پڑھے جانے کی ایک اور وجہ اس کی ایک کے بعد ایک یا ایک وقت میں ایک سے زیادہ طویل سلسلے وار کہانیاں بھی تھیں۔ مثلاً "سونا گھاٹ کا

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

پجاری''، ''انکا''، ''امبر بیل''، ''غلام روحیں''، ''بازی گر''، ''جانگلوس'' (مصنف:شوکت صدیقی ۱۹۲۳-۲۰۰۲ء)اور ''ناخدا'' (مصنف: اسد محمد خان پ: ۱۹۳۲ء)۔ ان میں سے اول الذکر دو سلسلے مافوق الفطرت کرداروں پر مشتمل تھے۔ ''امبر بیل'' اور ''غلام روحیں'' گریز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی خیالی اور غیر حقیقی دنیا سے اپنے ارد گرد کے ماحول پر مبنی حقیقی دنیا کی طرف سفر۔ ''بازی گر''، ''جانگلوس'' اور ''ناخدا'' میں وہی کچھ تھا، جو ہماری زندگیوں میں پایا جاتا ہے یا پایا جا سکتا ہے۔

''بازی گر''، ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کا سب سے مقبول اور طویل سلسلہ تھا۔ اس کہانی کا انجام لکھا جانا اب تک باقی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شکیل عادل زادہ پر قرض ہے۔ گمان ہے کہ اس کے پڑھنے والوں کی دو ڈھائی نسلیں خاتمہ پڑھے بغیر دنیا سے جا چکی ہیں، جو موجود ہیں، اُن میں سے بھی بہت سے چراغِ آخری شب کی کیفیت میں ہیں۔

ان سب کے علاوہ ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کے اداریے اور ذاتی صفحہ کے نام سے لکھی جانے والی تحریریں اپنے اندازِ بیان اور اسلوب کے سبب نثری ادب کا ایسا سحر لیے ہوئے ہوتی تھیں کہ قاری خود بھی سحر زدہ سا رہتا تھا۔ شکیل عادل زادہ ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کی انفرادیت ''ذاتی صفحہ'' میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> اب بھی سب رنگ اپنے مواد اور معیار کے اعتبار سے بے شمار پرچوں سے مختلف ہے، آئندہ دیکھیے آپ کے سامنے کیا کیا چیزیں آتی ہیں۔ ابھی دنیا کا عظیم ادب اردو میں منتقل ہی کہاں ہوا ہے۔ لوگ بہت سی چیزیں ترجمہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارے لوگ انھیں شاید پسند نہ کریں۔ مگر اچھی اور معیاری چیزیں ساری دنیا کے قارئین کو پسند آتی ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ انھیں ارتقائی اور تدریجی انداز میں پیش کیا جائے۔ (۳)

''سب رنگ ڈائجسٹ'' کی ایک خوبی اس میں لکھنے والے مصنف کا تعارف بھی ہے۔ اس بارے میں مشہور شاعر اور جدید اردو غزل کے نمائندہ شعرا میں شمار کیے جانے والے انور شعورؔ (پ:۱۹۴۳ء) کہتے ہیں کہ:

> بھشکیل (شکیل عادل زادہ) ہر کہانی اور اس کے مصنف پر حسبِ ضرورت مختصر یا طویل نوٹ لکھتے تھے۔ یہ نوٹ بھی خاصے کی چیز تھی۔ گویا، کاغذ پر رکھ دیا ہے کلیجا نکال کر۔ سیّد ضمیر جعفری مرحوم اپنے متعلق نوٹ پڑھ کر جھوم جھوم گئے تھے، اُن کے منہ سے بے ساختہ داد نکلی کہ مجھ پر آج تک کسی نے اتنا اچھا نہیں لکھا۔ عموماً یہی تاثر دیگر ادیبوں کا بھی تھا، مثلاً

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

شوکت صدیقی، اسد محمد خاں۔ (۴)

شکیل عادل زادہ کا ''سیّد ضمیر جعفری'' پر لکھے گئے تعارف سے ایک مختصر حصہ پیشِ خدمت ہے:

> یکم جنوری، ۱۹۱۶ء منگلا کے قریب ضلع جہلم کے چھوٹے سے گاؤں، چک عبدالخالق میں سیّد حیدر شاہ نامی، ایک نجیب الطرفین کے گھر حضرت قبلہ سیّد ضمیر شاہ، ضمیر جعفری نے آنکھ کھولی۔ پر نانا، سلطان العارفین حضرت پیر سیّد محمد شاہ پوٹھوہار اور آزاد کشمیر کے مقبول صوفی شاعر اور پنجابی کے یگانہ روز گار شاعر، صاحب سیف الملوک حضرت میاں محمّد بخش کے ہم عصر تھے۔ فرش پر پڑے ہوئے ٹاٹ کے مدرسے میں ابتدائی تعلیم کا مرحلہ طے ہوا، پھر گورنمنٹ ہائی اسکول، جہلم اور گورنمنٹ کالج کیمبل پور سے میٹرک اور انٹر کی منزلیں سر کرتے ہوئے اسلامیہ کالج، لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۸ء میں بی اے کی سند حاصل کی۔ ساتویں جماعت ہی میں شعر و سخن کی کونپلیں پھوٹنے لگی تھیں۔ ہر درس گاہ کے درونِ خانہ جریدے کے مدیر رہے۔ پنجاب یونی ورسٹی کے شعبۂ طلبہ کے ایک شعری مقابلے میں اپنی ایک نظم پر جسٹس سر عبدالقادر کے ہاتھوں، پہلا ادبی اعزاز، طلائی تمغہ حاصل کیا...

مزید وہ لکھتے ہیں کہ:

> مزاح نگار کے حیثیت سے مشہور ہیں لیکن سبھی اصناف میں خوب طبع آزمائی کی ہے۔ شعر و سخن اور مزاحیہ نثر پاروں کے علاوہ اخباری کالم نگاری میں بھی ضمیر جعفری کا اسلوب جداگانہ ہے۔ اُن کے کالم ''نوائے وقت''، ''جنگ''، ''غالب''، ''بادِ شمال''، ''خبریں''، ''الاخبار'' اور ہفت روزہ رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اُن کا تخلیقی سفر آج بھی تمام تر ذوق و شوق، چستی و مستعدی سے جاری ہے اور اب کچھ یوں ہے کہ جہاں جہاں اُردو ہے، ضمیر جعفری کا نام رسا ہے۔
>
> ادیبوں اور شاعروں کی، ہماری مردم خیز سر زمین میں کوئی کمی نہیں لیکن کبھی ضمیر جعفری سے مل کے دیکھیے، زندہ رہنے کو جی چاہے گا۔ مسئلہ تو یہی ہے کہ آدمی کون ہے، آدمی کہاں ہے، ضمیر جعفری آدمیت کا بھی اعتبار ہے... (۵)

اس تعارف میں جس غیر روایتی انداز میں سیّد ضمیر جعفری کی حیات کو بیان کیا گیاہے، اس سے پڑھنے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

والے کو کم سے کم وقت میں وسیع معلومات مل جاتی ہے۔

"سب رنگ ڈائجسٹ" کے چوکھٹوں پر ٹنکے ہوئے لطائف بھی کیا خوب ہوتے تھے، جو پڑھنے والوں کو سنجیدہ افسانوی فضا میں ایک تازہ ہوا کے جھونکے کی مانند محسوس ہوتے تھے۔ اُن میں سے ایک لطفِ زبان کے لیے تحریر ہے۔

ایک بار بنگال کے مشہور شاعر قاضی نذرالسلام کو اطلاع ملی کہ ڈھاکہ میونسپل کارپوریشن اُن کی ادبی خدمات کے عوض ایک پارک میں اُن کا مجسمہ نصب کرانا چاہتی ہے اور اس مجسمے پر ایک لاکھ روپے خرچ کرے گی۔

قاضی نذر السلام نے اپنے دوستوں سے کہا کہ "اگر کارپوریشن یہ رقم مجھے دے دے تو میں خود اُس پارک میں کھڑا رہوں گا۔"[۶]

"سب رنگ ڈائجسٹ" کے اداریے میں سماجی ناہمواری اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی عدم برداشت کی نشاندہی جس خوب صورت اور موثر انداز میں کی جاتی تھی، اس کی چند سطریں دیکھیں:

> اصل میں مساوات کی اصطلاح کا وہ مقصد نہیں جس پر دلیلیں تراش لی گئی ہیں، اس کا مطلب ہے توازن، تناسب، سماجی انصاف، ایک رحم دل معاشرہ جس میں ناتواں کی پرورش بھی اسی انداز میں ہو جس طرح بچوں کی گھر میں کی جاتی ہے حالاں کہ وہ مقابلے کی طاقت سے یک سر محروم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد وہ ضمانت ہے جو کمزوروں کو زندہ رہنے کے لیے گزراوقات کے لیے دے دی جائے، چاہے ان پر حکم طاقت وروں کا نافذ ہوتا رہے۔ زیادہ بڑا مطالبہ نہیں ہے۔ مراتب اور حفظِ مراتب کے معاملات میں دخل نہیں دیا جارہا ہے، جو سربلند ہے، وہ تو دور سے نظر آئیں گے۔ اتنی سی بات ہے، جو چہرے اچھے ہیں ان کے دل بھی اچھے ہونے کی توقع ہے، پسند اپنی اپنی جگہ ہے، نیلا رنگ پسند کیجیے، پیلا کیجیے، مگر سرخ سے نفرت تو نہ کیجیے۔[۷]

جنوری ۱۹۷۰ء سے "سب رنگ ڈائجسٹ" کا سفر شروع ہوتا ہے۔ جو تقریباً بیس ۲۰، بائیس ۲۲ سال تک تواتر کے ساتھ ہر ماہ طلوع ہوتا رہا۔ مگر پھر اس کو گہن لگنا شروع ہو گیا، اس کا توازن اور تواتر قائم نہ رہ سکا۔ شروع میں مہینوں کا تعطل رہا، پھر سال بہ سال، اس کے بعد دو دو تین تین سال کا وقفہ ہونے لگا۔ آخری شمارہ چار سال کے طویل عرصے بعد جنوری ۲۰۰۷ء کے گہنائے ہوئے مہینے میں اپنی آخری جھلک دکھا کر غروب ہو گیا۔ اس طرح

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۷۳ برس کا یہ جوانِ رعنا، کُل ۱۰۴، زندگی سے بھرپور بہاریں دکھا سکا۔ تواتر قائم نہ رہنے کی بنیادی وجہ پیسوں کی کمی، وسائل کی عدم دست یابی یا توانائی کا باقی نہ رہنا نہیں تھا، وجہ صرف اور صرف کہانیوں کا "سب رنگ" کے قائم کردہ معیار پر پورا نہ اترنا تھا جس کی وجہ، خود ہندوستان اور پاکستان میں، سائنس اور ٹیکنالوجی کی بڑھتی ہوئی سہولتوں کے سبب دل میں اُتر جانے والی کہانیاں زیبِ قرطاس نہیں ہو پا رہی ہیں۔ اثر انگیز کہانیاں ہی سب رنگ کی زنجیر تھی، جو ہر عمر، ہر طرح کی نفسیات اور طرزِ فکر رکھنے والے قاری کو اپنے سے باندھ کے رکھتی تھی۔ سب رنگ کا باطن ہی اس کا سب سے بڑا گداز تھا۔ بے شک ڈائجسٹ نکالنا ایک کاروبار بھی تھا اور ہر کاروبار میں اُتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں مگر "سب رنگ" کا مدیر شکیل عادل زادہ مال و منال کا کاروبار کرنے نہیں نکلا تھا۔ وہ تو دل داروں اور دل بروں سے کاروبار کرنے نکلا تھا۔ جب دل کا اطمینان ہی نہ رہا ہو تو:

گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی، کہاں کی غزل(۸)

یا

فانیؔ بدایونی کا یہ شعر بھی بے موقع نہیں ہے:

دل کا اُجڑنا سہل سہی، بسنا سہل نہیں ظالم
بستی بسنا کھیل نہیں، بستے بستے بستی ہے

دل میں اُتر جانے والا اندازِ نگارش اور منفرد اسلوب شکیل عادل زادہ کا سرمایہ ہے، جو اسے اپنی اور دوسروں کی نگاہ میں سُرخ رو کیے ہوئے ہے۔ "امبر بیل" اور "بازی گر" کی آخری کڑیاں ابھی جوڑنا باقی ہیں۔ "بازی گر" پر تو ابھی کام ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ ٹیلی وژن کے کسی چینل پر "بازی گر" کے ناقابلِ فراموش کرداروں کو محاکاتی دائروں سے باہر ٹھوس یا زندہ تصویری شکل میں متشکل ہوتے، جلد ہم دیکھیں گے۔

ڈائجسٹ کو فنِ صحافت اور کاروباری ذہنیت کی چیز سمجھا جاتا ہے، اسی لیے اِسے اب تک ادب تسلیم نہیں کیا گیا، البتہ اچھا صحافی ہونے کے لیے اچھا ادیب ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے ڈائجسٹ چھپ چکے ہیں یا چھپ رہے ہیں، انھیں ادبی مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوا ہے کہ کچھ ڈائجسٹوں کو ان میں لکھنے والوں کی پختہ اور اثر انگیز تحریروں کے سبب ایک سنجیدہ حلقہ، ان ڈائجسٹوں کو ادب کے درجے پر شمار کرتا ہے۔ "سب رنگ ڈائجسٹ" کو پاکستانی ادب کے ساتھ وابستگی کے تناظر میں دیکھنے سے اس مجلے کی ادبی قدرو

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

قیمت کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

"سب رنگ ڈائجسٹ" کی تحریروں کے شیدائی بے شمار ہیں... ان شیفتگانِ سب رنگ کے ایک تو وہ لوگ ہیں جو اپنی دلچسپی اور وابستگی کی یادیں زبانی بیان کرتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو ادب کے سنجیدہ قاری اور نام ور لکھاری ہیں۔ سب کا ذکر حوالے کے طور پر لانا ممکن نہیں ہے، سب کی ضرورت بھی نہیں ہے، تکرارِ بیان اکتاہٹ پیدا کرتا ہے، اس لیے چند کو جواز و اہمیت کے سبب بیان کیا جاتا ہے۔

"سب رنگ ڈائجسٹ" میں غیر ملکی ادب خصوصاً کہانیوں کے ترجمے، تمام بڑی زبانوں سے اردو میں ہوتے رہے ہیں۔ اردو ادب میں بھی یہ سلسلہ کوئی ڈیڑھ دو صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ڈائجسٹوں کا رواج عام ہونے پر غیر ملکی کہانیوں کے ترجمے کے لیے زمین زرخیز ثابت ہوئی۔ "سب رنگ ڈائجسٹ" سے پہلے اور معاصر ڈائجسٹوں میں یہ ترجمے کثرت سے ہو رہے تھے مگر اپنے دقیق اور کڑے انتخاب سے گزار کر جن کہانیوں کے ترجمے کرائے جاتے تھے ان میں زبان و بیان کے حسن کا اور گہرے ادبی رچاؤ کا جو رنگ ہوتا تھا وہ اسے دوسرے ترجمہ نگاروں کے ترجمے سے منفرد بناتا تھا۔ "سب رنگ ڈائجسٹ" میں غیر ملکی کہانیوں کے حوالے سے زاہدہ حنا (پ:۱۹۴۶ء) لکھتی ہیں کہ:

> کئی ترجمہ نگار دوسرے ڈائجسٹوں کے لیے بھی کہانیاں ترجمہ کرتے تھے مگر دیکھیے "سب رنگ" میں، ان کا کیا رنگ ہو جاتا ہے۔(۹)

"سب رنگ ڈائجسٹ" کے ترجموں کی توانائی کو بنیاد بناتے ہوئے ناول وافسانہ نگار محمد الیاس (پ:۱۹۴۶ء) رقم طراز ہیں کہ:

> اردو ادب اور دنیا بھر کے ادب سے چیدہ کہانیوں کو جو معیار شکیل عادل زادہ کی ادارت میں شائع ہونے والے "سب رنگ ڈائجسٹ" کے اولین سے آخری شمارے تک قائم ہوا، اس تک تا حال کوئی اور جریدہ پہنچ نہیں پایا۔(۱۰)

اردو ادب کے منفرد شاعر، ڈراما نگار اور دانش ور، امجد اسلام امجدؔ (۱۹۴۴-۲۰۲۳ء) کا کہنا ہے کہ:

> عالمی اور اردو ادب سے منتخب شاہ کار کہانیاں سب رنگ کی ایسی پہچان رہی ہیں، جس میں مدیر یعنی شکیل عادل زادہ کی باکمال نگاہِ انتخاب ایک مرکزی نقطے کی طرح روشن دکھائی دیتی ہے۔(۱۱)

ہمارے عہد کی ایک اور منفرد ڈراما نگار اور مفکرِ حیات نور الہدیٰ شاہ (پ: ۱۹۵۱ء) اپنی دانست میں ''سب رنگ'' کو اور شکیل عادل زادہ کو الگ الگ خانوں میں نہیں رکھتیں بلکہ ایک ہی سکے کے دو رُخ قرار دیتی ہیں:

''سب رنگ'' میں عالمی ادب کی کہانیوں کے معیاری انتخاب کو اردو کے رنگ میں ڈھال کر قاری کے ادبی ذوق کی جس طرح تربیت کی گئی وہ تو قابلِ تعریف ہے ہی، لیکن شکیل عادل زادہ نے ان کہانیوں کے تراجم اور اپنے لکھے اداریے کے ذریعے اردو زبان کے حسنِ بیاں سے اس قاری کو بھی متعارف کرایا، جو اردو زبان سے صرف بولنے کی حد تک آگاہ تھا۔ (۱۲)

اردو صحافتی ادب میں مدیر ''سب رنگ ڈائجسٹ'' شکیل عادل زادہ کی کوشش سے زبان دانی کا جو معیار قائم ہوا، اس کی دوسری کوئی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس بارے میں، مشہور صحافی، کالم نگار اور تجزیہ کار، جاوید چودھری (پ ۱۹۶۸ء) کی طرزِ ادا دیکھیے:

ہم اگر اردو ادب کو مذہب مان لیں تو شکیل عادل زادہ اس کے پیغمبر ہوں گے اور ''سب رنگ'' اس مذہب کی کتاب۔ اور اگر یہ ممکن نہیں تو پھر اردو ادب میں شکیل عادل زادہ کی وہی حیثیت ہے، جو زبانوں میں ابجد کی ہوتی ہے۔ اردو بہر حال ان کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ (۱۳)

اردو ادب میں ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کے کردار کو فراموش کرنا ممکن نہیں۔ اس ڈائجسٹ کے ذریعے اردو ادب چند ادیبوں کی دست رس سے نکل کر ایک عام قاری تک پہنچا اور ادب کو قبولِ عام کا درجے دلوانے کا سہرا بھی اردو صحافت میں ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کو جاتا ہے۔ ڈرامے کی دنیا کا بڑا نام، ٹیلی وژن کے سر خیل اور ادب پر گہری نظر رکھنے والے اصغر ندیم سید (پ: ۱۹۵۰ء) لکھتے ہیں کہ:

شکیل عادل زادہ نے جب ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کی ابتدا کی تو اُس وقت کے بڑے بڑے ادبی پرچوں نے اسے نہ تو اپنا حریف تصور کیا نہ ہی اسے اہمیت دی۔ اُن کی نظر میں ڈائجسٹ میں چھپنے والا نہ تو ادب ہوتا ہے نہ اس کی زندگی ہوتی ہے۔ انھیں معلوم نہیں تھا شکیل عادل زادہ ادب میں کن تصورات کے ساتھ پلا بڑھا ہے۔ پھر سب نے دیکھا کہ ''سب رنگ ڈائجسٹ'' نے دنیا کی تاریخ میں ادبی پرچے کی حیثیت سے حیرت انگیز طور پر اپنی اشاعت کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اور لائبریریوں میں اونگھتی ہوئی کہانیوں کو ہر خاص و عام کی زندگی میں شامل کر لیا۔ (۱۴)

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

''سب رنگ ڈائجسٹ'' کے ایک بہت بڑے عاشق اور ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کی شاہ کار کہانیوں کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے والے حسن رضا گوندل (پ:۱۹۶۹ء) ''سب رنگ'' کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ:

> اردو کے نام ور ادیبوں کی کہانیاں شاید پہلی بار صحیح معنوں میں عوام تک پہنچیں۔ سید رفیق حسین (۱۸۹۵-۱۹۴۵ء)، قاضی عبد الستار (۱۹۳۳-۲۰۱۸ء) اور ابو الفضل صدیقی (۱۹۰۸ء-۱۹۸۷ء) کے نام گھر گھر پہنچ گئے۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ:

> اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں سب رنگ کا کردار نا قابلِ فراموش ہے۔ کئی اداروں جتنا کام ایک ''سب رنگ'' نے کیا۔ جہاں ایک طرف لاکھوں قارئین کو ادب عالی کا عادی بنایا، ان کے ادبی ذوق کی آب یاری کی، وہیں دوسری طرف آج کے اتنے بڑے بڑے لکھنے والے اس بات کا بڑے فخر سے اظہار و اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے ''سب رنگ'' پڑھ پڑھ کر لکھنا سیکھا۔[۱۵]

ایک عام قاری کے نزدیک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' کی کیا قدر و قیمت تھی اور کس طرح یہ ڈائجسٹ ایک نسل کی ادبی تربیت میں مرکزی حیثیت کا حامل ہو چلا تھا، اس سر مستی کی کہانی عامر ہاشم خاکوانی (پ:۱۹۷۱ء) کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

> ''سب رنگ'' کا ہم لوگ یوں ہی تذکرہ نہیں کرتے، اس نے ہماری زندگیوں کو مسرت، انبساط اور سر شاری کے ان گنت لمحے عطا کیے۔ نہایت خوب صورت، دل کش، پُر اثر، تیکھی، نوکیلی، اُداس، چلبلی، شوخ کہانیاں ہمیں پڑھائیں۔ ''سب رنگ'' کوئی جریدہ یا ڈائجسٹ نہیں تھا یہ ایک جنون کا قصہ ہے۔ سب رنگ کے سحر سے آپ کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ یہ سر شاری کی ایسی کیفیت ہے، جسے صرف سب رنگ کا قاری ہی سمجھ سکتا ہے۔[۱۶]

اردو صحافت کی دنیا کا جانا پہچانا نام، مجیب الرحمٰن شامی (پ:۱۹۴۵ء) ''سب رنگ'' کی مدح سرائی میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ ان کے بیانیہ نے ''سب رنگ'' کو دبستان کے درجے تک پہنچا دیا ہے:

> ''سب رنگ'' سب کا تھا، سب کے لیے تھا، اردو ادب سکھا رہا تھا، جینے کے آداب بتا رہا تھا، محبت کا درس دے رہا تھا۔ اسے پڑھ کر لوگ لکھنا سیکھ رہے تھے، ادیب بن رہے تھے۔ ایک

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

کے بعد ایک نسل اس سے متاثر ہو رہی تھی۔ اخلاق اور شائستگی کا دامن تھام رہی تھی۔ (۱۷)

مشہور کالم نویس خالد مسعود خان (پ:۱۹۵۹ء) "سب رنگ" کے رنگوں کو کچھ اس طرح نکھارتے ہیں کہ ہر رنگ اپنی الگ الگ پہچان لیے ہوئے نظر آتا ہے:

> "سب رنگ" نام کا ڈائجسٹ ضرور تھا مگر ڈائجسٹ سے جڑے ہوئے عمومی اور روایتی تصور سے یکسر مختلف۔ مختصر کہانی سے طویل کہانی، مشرقی ادب، مغربی ادب اور نظروں سے اوجھل علاقائی زبانوں میں تخلیق کیا گیا ادب۔ کون سا رنگ تھا جو اس قوسِ قزح کا حصہ نہ بنا تھا۔ (۱۸)

رضا علی عابدی (پ:۱۹۳۶ء) صرف ریڈیو کی دنیا کا بڑا نام نہیں، بلکہ وہ اپنی علمی استعداد اور فن کارانہ گفتگو کے سبب شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ان کا "سب رنگ ڈائجسٹ" کے لیے کچھ کہنا سند کا درجہ رکھتا ہے:

> "سب رنگ" کا تازہ شمارہ بازار میں آتے ہی ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا اور اچھے ادب کے متلاشی اگلے شمارے کا انتظار شروع کر دیتے تھے۔ یہ جریدہ اتنے اہتمام، اتنے سلیقے اور اتنی لگن کے ساتھ نکلتا تھا کہ اس کے صفحات اعلیٰ ادب میں شامل کیے جانے لگے۔ (۱۹)

"سب رنگ ڈائجسٹ" کا لوگ کئی وجوہ سے انتظار کرتے تھے۔ ایک تو اس کی سلسلے وار کہانیاں جو اپنے منفرد اسلوب اور دل چسپ قصّے کی وجہ سے قاری کو سحر زدہ کیے رکھتی تھیں، دوسرے غیر ملکی کہانیوں کی ندرتِ خیال اور علمی و سماجی معلومات کا تنوّع، تیسرے اس کے دل آویز سرورق، اداریہ اور ذاتی صفحہ کی انفرادیت، چوتھے مذہبی اور بزرگانِ دین کی حیات و کرامات پر مبنی تحریر، پانچویں چوکھٹوں اور حاشیوں میں قید چھوٹے چھوٹے کارٹون اور ان پر طنزیہ اور مزاحیہ جملے جو زیرِلب تبسم کی کیفیت رکھتے تھے، چھٹی خصوصیت نک سک سے درست زبان وبیان جو ادب کے سنجیدہ قاری کو خالص ادبی کتاب کا بدل معلوم ہوتی تھی، ساتویں خصوصیت ادبی منصب پر فائز اُدبا کی حیات و کاوش پر معلومات اور تنقیدی جائزہ۔ ان سب باتوں کے علاوہ معمولی علمی سطح کے لوگوں کی دل چسپی کا بھی سامان موجود ہوتا تھا۔

"سب رنگ ڈائجسٹ" اور شکیل عادل زادہ پر بات کرنے اور لکھنے والوں اُدبا کی ایک لمبی فہرست ہے، سب کا کہا اور لکھا ہوا حوالے کے طور پر یہاں بیان کرنا ممکن نہیں، البتہ چند مزید اہم حوالے درج ذیل کر رہا ہوں جس سے "سب رنگ ڈائجسٹ" کی ادبی حیثیت کے تعین میں کماحقہٗ اضافہ ہو سکے۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

شکیل عادل زادہ کے پرستار اور چاہنے والے "سب رنگ ڈائجسٹ" کی نسبت سے نا صرف پاکستان بلکہ ہندوستان بھر میں پائے جاتے تھے اور پائے جاتے ہیں۔ ان میں صرف عام علمی وادبی سطح کے لوگ نہیں بلکہ بلند پایہ ادب او شعرا کے نام شامل ہیں۔ مثلاً امر تا پر تیم (امرت: ۱۹۱۹-۲۰۰۵ء)، کیفی اعظمی (اطہر حسین رضوی: ۱۹۱۹-۲۰۰۲ء)، کرشن چندر چوپڑا (۱۹۱۴-۱۹۷۷ء)، بیگم سلمیٰ کرشن (سلمیٰ صدیقی: ۱۹۳۱-۲۰۱۷ء)، عصمت چغتائی (۱۹۱۵-۱۹۹۱ء)، قرۃ العین حیدر (۱۹۲۷-۲۰۰۷ء)، ساحر لدھیانوی (عبدالحیٔ ۱۹۲۱-۱۹۸۰ء)، راہی معصوم رضا (۱۹۲۷-۱۹۹۲ء) اور معروف اور غیر معروف نہ جانے کتنے لکھاری، شکیل عادل زادہ کے گرویدہ رہے ہیں۔ یہ وارفتگی "سب رنگ ڈائجسٹ" کی انفرادیت اور اس کے مدیر کی کاٹ دار تحریر کے سبب تھی۔ ان باتوں کا ثبوت معروف شاعر، مصنف، ماہرِ لسانیات، لغت نویس اور مرثیہ گو نصیر ترابی (۱۹۴۵-۲۰۲۱ء) کی ایک تحریر سے ملتا ہے۔ (۲۰)

ممتاز شاعر، ناقد، ادیب اور ماہرِ تعلیم پروفیسر سحر انصاری (انور مقبول انصاری، پ: ۱۹۳۹ء) رقم طراز ہیں کہ:

> ڈائجسٹی ادب کو ادب نہیں مانا جاتا ہے، یہ بحث برسوں سے چلی آ رہی ہے۔ اس پر شکیل عادل زادہ نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ کرشن چندر، عصمت چغتائی، شوکت صدیقی، انتظار حسین (۱۹۲۵-۲۰۱۶ء) وغیرہ "افکار"، "فنون"، "نقوش" میں اپنے افسانے شائع کرائیں، تو وہ ادب ہے اور وہی افسانے اور کہانیاں ڈائجسٹوں میں شائع ہوں تو غیر ادب ہو جاتے ہیں۔ یہ کہاں کی منطق ہے۔ یہ بات معقول ہے۔ (۲۱)

پروفیسر سحر انصاری "سب رنگ ڈائجسٹ" کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کی تعریف میں مزید بیان کرتے ہیں کہ:

> "شکیل عادل زادہ" کہانیوں کے انتخاب، ان کی سرخیوں کی تحریر، املا اور قواعد کی پابندیوں کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ یہ بھی ان کی اور "سب رنگ ڈائجسٹ" کی انفرادیت ہے۔ (۲۲)

"سب رنگ ڈائجسٹ" اپنے معاصر اور پیش رو بلکہ اب تک کے عام ڈائجسٹوں میں منفرد اور یگانہ رہا ہے۔ اسے بے شمار ادیبوں اور ناقدوں نے تسلیم کیا ہے۔ بہت بڑے ادیب، محقق اور ناقد ڈاکٹر معین الدین عقیل (پ: ۱۹۴۶ء) "سب رنگ ڈائجسٹ" کی انفرادی حیثیت سے متاثر ہو کر بیان کرتے ہیں کہ:

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

اپنی مثالی صفات کے ساتھ ساتھ جن میں ادارتی حسن، جمالیاتی نقاشی، اسلوبیاتی معیار کے تقاضوں کی تعمیل اور گاہے نہایت نام وراور ممتاز و معروف لکھنے والوں کی تخلیقات کو حصول جیسی صفات شامل رہی خود شکیل عادل زادہ کی اپنی تخلیقات نے دنیا کو اپنی طرف ناصرف متوجہ کیا بلکہ اپنا گرویدہ بھی بنالیا، جن میں شاید "امربیل" اور "بازی گر" نسبتاً زیادہ مقبول اور پسندیدہ سلسلے تھے لیکن ان کی متعدد دیگر تخلیقات نے بھی شہرت پائی ہے اور ان کا دائرہ تخلیق وسیع تر رہاہے۔ (۲۳)

میر ؔکے لہجے میں شعر کہنے والے سہل ممتنع کے شاعر اور نوجوانوں کی اولین پسند کے ساتھ ساتھ چلتی پھرتی اردو لغت، عروض دانز ود گو اور زبانِ بیان کے پارکھ انور شعورؔیوں گویا ہوتے ہیں کہ:

"سب رنگ" میں ہر چیز میرٹ پر چھپتی تھی یہ نہیں کہ جس نے جو دیا، وہ چھپ گیا۔ مستقل مضمون نگار بھشکیل (شکیل عادل زادہ) سے تنگ تھے۔ کیوں کہ وہ جب تک کسی تحریر سے پوری طرح مطمئن نہ ہو جاتے، اس میں کمی بیشی، ترمیم و تنسیخ کراتے رہتے۔ اُن کے ساتھ کام کرنا آسان نہیں تھا، چودہ طبق روشن ہو جاتے تھے۔ مصوّروں کو بھی تصویر میں خواہی نخواہی اس کاٹ چھانٹ اور ردّو بدل سے گزرنا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ ایک کہنہ مشق لکھنے والے نے سب رنگ کے لیے اپنی کہانی بھیجی اور لکھا کہ اس میں کا، کی، کے کی درستی کے سوا کسی تصحیح یا تبدیلی کی اجازت نہیں ہے۔ بھشکیل نے اُنھیں فوراً جواب اِرسال کیا کہ آپ کی ڈاک ملی، شکریہ۔ موصولہ کہانی پڑھے بغیر واپس کررہاہوں اس لیے کہ میں ہر چیز اپنی شرائط پر چھاپتاہوں۔ (۲۴)

"سب رنگ ڈائجسٹ" نے جتنانام اور مقام بنایاہے اور لاکھوں کی تعداد میں، لوگوں کے سینوں اور ذہنوں میں اپنے نقش بناچکاہے، بد قسمتی سے اُس کی اس اِس انفرادی حیثیت اور اردو صحافت وادب میں اس پر باقاعدہ اور منظم انداز میں ناتو لکھا گیاہے اور ناہی سنجیدہ انداز میں تحقیقی کام ہوا ہے، البتہ اس کی جداگانہ حیثیت اور اسلوبِ نگارش کی منفرد خصوصیت سے کوئی انکار نہیں کرتا۔ جس طرح "سب رنگ ڈائجسٹ" نے اپنی پہلی اشاعت سے لے کر آخری جلد تک مسلسل دو ڈھائی نسلوں کو اپنی طرزِ تحریر، اپنے انوکھے اسلوب اور فکر و نگاہ کی بلندی کے سبب عام قاری سے لے کر علمی و ادبی حلقوں اور سیاسی و معاشرتی رویوں کو متاثر کیا ہے، اُسے ناصرف سنجیدہ لیا

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

جائے بلکہ اردو ادب میں ہونے والی تحریکوں میں سے ایک اور ادبی تحریک کا اضافہ سمجھا جائے اور اس کی خدمات کو دیکھتے ہوئے، اس کی ادبی حیثیت کو بھی متعین کیا جائے۔

"سب رنگ ڈائجسٹ" کے گہرے مطالعے اور مشاہیر ادب کے تجزیے و تبصرے اور قیمتی آرا کے بعد ہم بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہہ سکتے ہیں کہ "سب رنگ ڈائجسٹ" صرف ایک کاروباری نوعیت کا رسالہ نہیں تھا، بلکہ اپنے حسنِ بیان، ندرتِ خیال، اپنی ترتیب و تنظیم اور پیش کش کے اعتبار سے ایک ایسا رسالہ رہا ہے، جسے بڑے سے بڑے ادبی پرچے کے مقابل لایا جاسکتا ہے۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی نسلوں کے ادبی ذوق کی آبیاری کی ہے۔ موجودہ سائنسی ٹیکنالوجی اور جدید سہولتوں کی وجہ سے یہ رسالہ اور اس کا تمام تر لکھا ہوا ذخیرہ محفوظ ہو چکا ہے۔ جس کے باعث یہ اس وقت تک زندہ رہے گا، جب تک اردو زبان و ادب اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے۔

حواشی

۱۔ محمد عارف قریشی، "ادبی و علمی رسائل" مشمولہ "پاکستان میں اردو"، مرتبہ محمد طاہر فاروقی اور خاطر غزنوی، (پشاور: یونی ورسٹی بک ایجنسی ۱۹۶۵ء)، ص ۴۸۸

۲۔ شکیل عادل زادہ سے ملاقات، کراچی، مؤرخہ ۲۱ جولائی ۲۰۲۳ء

۳۔ شکیل عادل زادہ، "ذاتی صفحہ" مشمولہ "سب رنگ ڈائجسٹ"، شمارہ نمبر ۷ جلد، ۳ جولائی ۱۹۷۲ء (کراچی: پاکستان ہیرالڈ پریس)

۴۔ انور شعور "بھشکیل"، مشمولہ "اجرا"، (شکیل عادل زادہ نمبر)، شمارہ نمبر ۲۸، (کراچی: بیونڈ ٹائم پبلی کیشن ۲۰۱۱ء)، ص ۲۰۵

۵۔ شکیل عادل زادہ، "تعارفِ مصنف" مشمولہ "سب رنگ ڈائجسٹ"، شمارہ نمبر ۱۱۷-۱۱۸، جلد ۲۹، دسمبر ۱۹۹۷ء۔ جنوری ۱۹۹۸ء، (کراچی: دی ٹائمز پریس)، ص ۴۱۳، ۴۱۲، ۴۱۰

۶۔ ایضاً، "پھلجھڑی"، مشمولہ "سب رنگ ڈائجسٹ"، شمارہ نمبر ۵، جلد ۶، مئی ۱۹۷۵ء، ص ۳۷

۷۔ ایضاً، "التجا" (اداریہ)، ایضاً، شمارہ نمبر ۶ جلد، ۶ جون ۱۹۷۵ء، (کراچی: پاکستان ہیرالڈ پریس) ص ۹

۸۔ میر حسن، "مثنوی سحر البیان" (لکھنؤ: اترپردیش اردو اکادمی، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۴۲، اشاعت سوم

۹۔ زاہدہ حنا، "فلیپ"، "سب رنگ کہانیاں (۱)"، مرتبہ حسن رضا گوندل، (جہلم: بک کارنر، جون ۲۰۲۰ء)

۱۰۔ محمد الیاس، "فلیپ"، "سب رنگ کہانیاں (۱)"، ایضاً

۱۱۔ امجد اسلام امجدؔ، "سب رنگ کہانیاں" مشمولہ روزنامہ "ایکسپریس نیوز"، کراچی، ۳ دسمبر ۲۰۲۰ء

۱۲۔ نورالہدیٰ شاہ، "فلیپ"، "سب رنگ کہانیاں (۴)"، مرتبہ حسن رضا گوندل، (جہلم: بک کارنر، نومبر ۲۰۲۱ء)

۱۳۔ جاوید چودھری، "فلیپ"، "سب رنگ کہانیاں (۱)"، ایضاً

۱۴۔ اصغر ندیم سیّد، "فلیپ"، "سب رنگ کہانیاں (۱)"، ایضاً

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۵۔ حسن رضا گوندل، ''رنگ رنگ، سب رنگ'' مشمولہ ''سب رنگ کہانیاں (۱)''، ایضاً

۱۶۔ عامر ہاشم خاکوانی، ''فلیپ''، ''سب رنگ کہانیاں (۲)''، مرتبہ حسن رضا گوندل، (ایضاً، اکتوبر ۲۰۲۰ء)

۱۷۔ مجیب الرحمٰن شامی، ''حسن رضا گوندل اور فرہاد''، مشمولہ ''سب رنگ کہانیاں (۳)''، مرتبہ حسن رضا گوندل، (جہلم: بک کارنر، مارچ ۲۰۲۱ء)، ص ۱۳-۱۴

۱۸۔ خالد مسعود خان، ''فلیپ''، ایضاً

۱۹۔ رضا علی عابدی، ''فلیپ''، ''سب رنگ کہانیاں (۲)''، محولۂ بالا

۲۰۔ نصیر ترابی، ''شکیل عادل زادہ: ایک وجودی اعزاز''، مشمولہ ''اجرا''، محولۂ بالا، ص ۱۹۷

۲۱۔ سحر انصاری''، ''شکیل عادل زادہ: چند یادیں''، ایضاً، ص ۱۹۳

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ ڈاکٹر معین الدّین عقیل، ''ہیں لوگ بھی جہاں میں کیا کیا''، ایضاً، ص ۲۰۱

۲۴۔ انور شعور، ''بھشکیل''، ایضاً، ص ۲۰۵

مآخذ

۱۔ حسن رضا گوندل (مرتب)، ''سب رنگ کہانیاں (۱)''، جہلم: بک کارنر، جون ۲۰۲۰ء

۲۔ _____، ''سب رنگ کہانیاں (۲)''، ایضاً، اکتوبر ۲۰۲۰ء

۳۔ _____، ''سب رنگ کہانیاں (۳)''، ایضاً، مارچ ۲۰۲۱ء

۴۔ _____، ''سب رنگ کہانیاں (۴)''، ایضاً، نومبر ۲۰۲۱ء

۵۔ حسن، میر، ''مثنوی سحر البیان''، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۹۵ء، اشاعتِ سوم

۶۔ فاروقی، محمد طاہر اور غزنوی، خاطر (مرتبین)، ''پاکستان میں اردو''، پشاور: یونی ورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۶۵ء

رسائل و جرائد

۱۔ کتابی سلسلہ ''اجرا''، شمارہ نمبر ۲۸، (شکیل عادل زادہ نمبر)، بیونڈ ٹائم پبلی کیشن، کراچی، ۲۰۱۱ء

۲۔ روزنامہ ''ایکسپریس نیوز''، کراچی، ۳ر دسمبر ۲۰۲۰ء

۳۔ ماہ نامہ ''سب رنگ ڈائجسٹ''، کراچی، شمارہ نمبر ۷، جلد نمبر ۳ جولائی ۱۹۷۲ء

۴۔ _____، شمارہ نمبر ۲، جلد نمبر، ۴ فروری ۱۹۷۳ء

۵۔ _____، شمارہ نمبر ۶، جلد نمبر، ۶ جون ۱۹۷۵ء

۶۔ _____، شمارہ نمبر ۱۱۷-۱۱۸، جلد نمبر، ۲۹ دسمبر، جنوری ۱۹۹۸ء

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

مصاحبات

۱۔ بیگ، مرزا سلیم، پروفیسر، حیدرآباد، مؤرخہ ۱۷/ جون ۲۰۲۳ء

۲۔ عادل زادہ، شکیل، کراچی، مؤرخہ ۲۱/ جولائی ۲۰۲۳ء

۳۔ قادری، فیاض الرحمٰن، مؤرخہ ۲۱/ فروری ۲۰۲۴ء

۴۔ گوندل، حسن رضا، مؤرخہ ۲۱/ فروری ۲۰۲۴ء

۵۔ موہانی، امین الحسن، کراچی، مؤرخہ ۲۵/ اگست ۲۰۲۳ء

۶۔ موہانی، زبیر الحسنی، کراچی، مؤرخہ ۲۴/ اگست ۲۰۲۳ء

۷۔ وثیق الرحمٰن، پروفیسر حیدرآباد، مؤرخہ ۲۱/ نومبر ۲۰۲۳ء